ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

ماخذ تحقیقی مجلہ

ثمینہ صدیقی

استاد شعبہ اردو، نمل اسلام آباد

اردو افسانے پر نئی نظم کی تحریک کے اثرات (اُسلوب و تکنیک)

Samina Siddiqui

Assistant Professor Department of Urdu, NUML, Islamabad.

Effects of New Poetry Movement on Urdu Fiction (Style and Technique)

The 60's generally brought to the fore the different angles and experiences of symbolic technique. Which broke the framework of fiction and gave it an experimental level and turned it into a journey from the outside to the inside. Symbolism, modern fiction written under the influence of symbolism was actually under the influence of a new poem which was influenced by modernity under the influence of Marxist, aesthetic and psychological tendencies. The new poem was a form of expression. He also added foreign and symbolic stains to the fictions. Thus, the styles and experiences of the new poems of the sixties seem to be a part of modern Urdu fiction.

Key Words: *Style, Modernity, Psychological Psychology, Freedom of Thought, Abstraction, Symbolic Indicative Style, Imagery, Flexibility, Illustration, Traditional Deviation.*

اردو افسانے کے ابتدائی پچاس سالوں کے مطالعے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ افسانے کے مصنف نے ارتقا کے راستے پر پڑی تیزی سے سفر کرتے ہوئے اُن اثرات اور رجحانات کو اپنے اندر سمونے کی بھرپور کوشش کی جن کا ظہور مغرب میں پہلے ہی ہو چکا تھا اور یوں مختصر افسانے نے زندگی کی ایسی جیتی جاگتی تصویریں پیش کی جو اس سے پہلے اس کا خاصہ نہیں ہیں۔ حقیقت پسندی جس کی تحریک کے زیر اثر پریم چند بعد ازاں رومانیت کے ضمن میں یلدرم نیاز فتح پوری اور بعد ازاں مغربی افسانے کے اثرات نے جدید اُردو افسانے کے دائرہ کار کو نہ صرف وسعت دی بلکہ اُسلوب ہیئت اور تکنیک کے تجربات کے زیرِ اثر روایتی افسانے کی اصلاح اور اس کے معنی میں اضافہ ہوتا نظر آتا ہے۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

جدیدیت کے ضمن میں عموماً ساٹھ کی دہائی کو اہمیت دی جاتی ہے۔ جدیدیت کی ایک بڑی لہر جس نے ادبی افق پر تلاطم برپا کر دیا اسی دور میں نئی نظم کی صورت میں ابھری یہی وجہ ہے کہ اسی عہد کے لیے نئی نظم کی تحریک کی اصطلاح بھی استعمال کی جاتی ہے۔ نئی نظم میں ہونے والی شاعری اس دور میں دو سطحوں پر متاثر ہوتی نظر آتی ہے۔ ایک زاویہ نفسیاتی رجحان کا ہے جس پر مغربی نفسیاتی رجحانات کے اثرات ہیں اور دوسری فکری سطح ہے جو کہ معاشرتی تبدیلی اور ادبی جدت سے پیدا ہو رہی تھی۔ جدیدیت کی تحریک کی ابتدا دراصل نظم میں ہوئی تھی لیکن اسی نسبت سے بعد ازاں دوسری اصناف بھی ان اثرات سے متاثر ہوتی نظر آتی ہیں جو اس وقت کی نظم کا خاصا تھیں۔ گویا نظم کے ابھرتے ہوئے نئے رنگ نے جلد ہی دیگر اصنافِ ادب کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اُردو افسانہ جو نئی صنف ہونے کے باعث مقبول صنف بھی تھی اس سے قبل زیادہ تر بیانیہ اور حقیقت نگاری کی طرز پر لکھا جا رہا تھا۔ نئی نظم کی تحریک نے دوسری اصناف کی بانسبت اُردو افسانے کو بالخصوص بڑی سطح پر متاثر کیا اور اسے روایتی افسانے کے بندھنوں سے نکال کر اس میں اسلوب، ہیئت اور زبان و بیان کے ڈھانچے کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ شعری انداز میں وقوعہ پر خیال کو ترجیح دے کر افسانہ کی ہیئت، ساخت اور رنگ ڈھنگ میں نمایاں تبدیلی پیدا کی۔

> "جدیدیت چونکہ اپنے اندر لا محدود پہلو لیے ہوئے ہیں اور چونکہ اس کا خمیر دباؤ پر اور یکسانیت سے اُٹھتا ہے اس لیے یہ روایت پسندی اور نظریہ سازی کے برعکس ادب کو نئے فنی ڈھانچے میں ڈھالنے پر یقین رکھتی ہے۔ سو جدیدیت کے زیرِ اثر روایتی کلاسیکی افسانے سے ہٹ کر کہانی اور پلاٹ ساکت نہیں بلکہ اس میں تبدیلیوں سے کہانی جنم لیتی ہے۔ خیال سے وقوعہ جنم لیتا ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ وقوعہ ٹھوس سطح پر رہ جاتا ہے جب کہ خیال اوپر اُٹھ کر ایک ارفع شکل اختیار کر لیتا ہے۔"(۱)

جدید اُردو افسانہ پر ترقی پسندی، نفسیاتی ژوف بینی نے علامتی تجریدی افسانے کی راہ ہموار کی۔ دوسری طرف نئی نظم کی تحریک کے اثرات سے زبان و بیان کا نیا رویہ سامنے ایا جس ساٹھ کی دہائی میں وہ سامنے آنے والا افسانہ عام طور پر نیا یا جدید افسانہ کہلاتا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نئے افسانے نے نئی نظم کے مشوری فریم اور عناصر کا اثر کیوں قبول کیا تو اس بات کو جاننے کے لیے ہمیں افسانوی ادب کے پس منظر میں داستانوی عناصر، مثنویوں اور قدیم لوک کہانیوں کا مطالعہ کرنا پڑے گا تاکہ ہم جان لیں کہ ہمارے اُردو افسانوی ادب میں ہمیشہ سے ہی شعری لوازم اور شعری طریق

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

کار سے کام لینے کا رویہ موجود رہا ہے۔ شاید اس کامیابی کی وجہ یہ ہے کہ اظہار کا پہلا وسیلہ شاعرانہ تھا نثر تو اس کے بعد کی پیداوار ہے۔ بہر طور وجہ کچھ بھی ہو اس میں شبہ نہیں ہے کہ نثر اور شاعری دو مختلف پیرائیہ اظہار ہیں اور جب ہم اُردو نثر کی تاریخ ادب کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں ہر عہد اور بالخصوص عہد قدیم میں نثر پر شاعری کے اثرات کا سراغ ملتا ہے۔ چونکہ قدیم دور شاعری کے تقدم کا دور تھا اور درباری اور سرکاری دونوں سطح پر شاعری مقبولِ عام صنف ہونے کے باعث اس کی سرپرستی ہوتی تھی لیکن بعد ازاں نثر کے فروغ کے لیے عربی فارسی روایتوں اور ہندی اساطیری کہانیوں کی آمیزش سے داستانوں کی تخلیق کی گئی۔ یہ نثر کا ابتدائی تشکیلی زمانہ تھا جہاں نثر شاعرانہ پیرائے اظہار سے قریب تر ہو کر بسا اوقات شعر کی صورت اختیار کر جاتی تھی۔ دوسری وجہ تخیلاتی اسلوب چونکہ شاعری کی جان تھا اس لیے نثر کی ابتدائی زمانے میں شاعرانہ انداز اور تخیلاتی عناصر کا غلبہ دکھائی دیتا ہے۔

یہ بات تسلیم کی جاتی ہے کہ ابتدائی داستانوں کا خمیر گردوپیش سے ہی اُٹھا اور تخیل کی شمولیت اور شعری لوازم کا استعمال اس نہج کی طرف اشارہ کرتا ہے جو بعد ازاں جدید افسانے کی حدود کو آکر چھوتا ہے۔

محمد عمر مہاجر کے مطابق:

> "اُردو افسانوں کے جدید رجحانات کو متعین کرنے سے پہلے افسانوی ادب کے اس سرمائے پر نظر ڈالنا ضروری ہے جو ادب کو ورثے میں ملا ہے۔ یہ سرمایہ ان قدیم منظوم اور مشہور داستانوں پر مشتمل ہے جو ایک طرف ہمارے بزرگوں کی سیرت پسندی کے جذبات کو مطمئن کرتی تھیں تو دوسری طرف جن میں جدید افسانوں کے بعض عناصر کے دھندلے لیکن اوّلین نقوش نظر آتے ہیں۔ پلاٹ کی ترتیب کردار نگاری اور قصے کے اختتام کے خاکے جن کی ارتقائی شکل جدید افسانے میں ملتی ہے پہلے پہل ان ہی داستانوں میں تیار ہوتے تھے۔ داستانوں کا یہ سرمایہ کم و بیش پانچ چھ سو برس تک ارتقائی مراحل طے کرنے کے بعد پہنچتا ہے۔" (۲)

منظور داستانوں کا آغاز پندرھویں صدی میں ہوا۔ قطب نامہ مشتری نامہ، طوطی نامہ، خواب و خیال، سحر البیان، گزار نسی، زہر عشق ایسی ہندوستانی داستانی قصے ہیں جن میں نا صرف دلچسپی کے لیے مگر خیال کی فراوانی اور تخیل کی کار فرمائی کو استعمال کرنے شاعرانہ انداز اختیار کیا گیا۔ اُردو کا قاری شاعری کا عادی تھا علاوہ ازیں تصوف اور عشق دو بنیادی موضوعات ایسے تھے جن کے اظہار کے لیے شعری پیرایہ اظہار ہی بہترین ذریعہ تصور کیا جاتا تھا۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

ایک جواز یہاں یہ بھی ہو سکتا ہے کیونکہ شاعری جذبہ و احساس سے براہِ راست رابطہ کرتی ہے اسی طرح باطن تک رسائی کا ذریعہ بنتی ہے۔ اسی لیے قدیم داستانوی ادب کو قلب و باطن کے تجربات کہا جاسکتا ہے۔

شعری ادب کے پُر اثر ہونے کی توجیہہ میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ ہمارے خطے میں داخلی کیفیات کا اظہار نسبتاً دوسری زبانوں ے اربوں سے زیادہ ہوا ہے۔ اس لیے شاعرانہ انداز نے اس مقصد سے نثر میں بڑی مدد فراہم کی۔ جب ہم ساٹھ کی دہائی میں نثر کو شاعری کے قریب تر آتا ہوا دیکھتے ہیں تو اس وقت بھی یہی رجحان ایک نئے روپ میں ڈھل کر سامنے آتا ہے جس میں شاعری، نثر سے رابطے کا ذریعہ بنتی نظر آتی ہے۔

جدید اُردو افسانے کے مطالعے میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ نیا افسانہ نگار بھی خارج کے علاوہ اپنی داخلی کیفیات اور تجربات کے اظہار کی یہی خواہش رکھتا ہے۔ نثری ادب کے جائزے میں ہمیں افسانے کے ارتقاء میں بیک وقت کئی رجحانات کار فرما نظر آتے ہیں اگر ہم قدیم افسانے کی روایتوں کو دیکھیں تو یہ اپنے پس منظر میں عربی اور فارسی قصے کہانیوں کو لیے ہوئے ہے۔

بہر حال موضوع کے مطابق ہم زیر نظر مطالعے میں ہم تکنیک اور اسلوب کے حوالے سے نئی نظم کے جدید اُردو افسانے پر اثرات پر بحث کریں گے۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ ادب زندگی کے ہمہ پہلو کا وشات کا احاطہ کرتا ہے اور قارئین کے ذہان میں یہ سوالات جم لیتے رہے ہیں کہ ادب کی ماہیئت کیا ہے؟ افسانہ کیا ہے؟، اسلوب کی پابندیاں اور تبدیلیاں کیا ہیں؟ تکنیکوں کا استعمال کیا ہے؟ اور تکنیک کیا ہوتی ہے؟ اور مختلف ادوار میں اسلوب و تکنیک کی تبدیلیوں سے کیا مراد ہے۔ تکنیک کی ایک بہت جامع تعریف ارسطو کے الفاظ میں یوں ہے کہ:

تکنیک سے مراد ہے وہ طریقہ جس سے فنکار اپنے موضوع کو پیش کرتا ہے۔[۳]

گویا ہم کہہ سکتے ہیں کہ فنکار کا طریقہ جس کے تحت وہ لکھتا ہے تکنیک کہلاتا ہے۔ جب کہ اس سے فنی پہلو، تکنیک او راسلوب فن بھی مراد لی گئی ہے۔ اس کے لیے صفت گری لائحہ عمل اور مہارت کلر کے معنی بھی انگریزی ادب میں آئے ہیں۔ ممتاز شیریں کے مطابق افسانے کی تعمیر میں جس طریقے سے مواد ڈھلتا جاتا ہے، وہی تکنیک ہے۔[۴]

ڈاکٹر عبادت بریلوی لکھتے ہیں کہ:

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

"تکنیک کے اصول بھی اَٹل نہیں۔ ادب اور فن کی مختلف اصناف کی تکنیک ہر دور اور ہر زمانے میں تفسیرات کے سانچے میں ڈھلتی رہی ہے۔ یہ تفسیرات حالات و واقعات کی تبدیلیوں سے ہم آہنگ ہوتے ہیں۔ (۵)

ڈاکٹر عبادت بریلوی کی اس رائے کے یہ بات صادر آتی ہے کہ ہر دور میں سماجی تبدیلیوں سے ایک نیا طرز احساس اُبھرتا ہے جو ادب میں ڈھل کر سامنے آتا ہے اور سماجی تبدیلیاں اسلوب، آہنگ، تکنیک اور بُنت کاری پر تبدیل ہو کر پرانے ڈھانچے کو بدل کر نئی سطح پر لے آتی ہے۔

ادب چونکہ معاشرے کو جنم لیتا ہے اور ہر زمانے کے مروجہ قواعد و ضوابط ادب پر براہِ راست اثر انداز ہوتے ہیں اور ظہار کے مروجہ پیمانے کے لیے جو ہیئت ترتیب اور ساخت کے اصول اخذ کیے جاتے ہیں وہ تکنیک یا فن کی صورت میں ڈھل جاتے ہیں۔ اس کے براہِ راست تعلق زمانے سے ہے اس لیے زمانے کے بدلنے کے ساتھ ساتھ تکنیک یا اس کے طریقہ کار میں تبدیلیاں آتی رہتی ہیں۔ شعری اصناف میں غزل چونکہ تبدیل نہ ہونے والی صنف ہے اس لیے نظم کو ان تبدیلیوں کے لیے بہتر شعری صنف کے طور پر استعمال کیا گیا۔ نظم میں بھی مواد کو ایک خاص ڈھب سے ترتیب دے کر تکنیک کی شکل دی جاتی رہی ہے۔ یہ کوشش شعور بھی ہو سکتی ہے اور لا شعور طور پر بھی زمین و مکان کی تبدیلیوں اور بیسویں صدی کے ذہنی انقلاب برپا کرنے والے نئے موڑ نے نئے موضوعات طریقہ کار کا تکنیکوں کی راہ ہموار کی۔

ڈاکٹر منظر اعظمی کے خیال میں:

"شاعری کی طرح نیا افسانہ نگار بھی پلاٹ، کردار، مقام اور زمان و مکان کی حدود و قیود یا دوسرے لفظوں میں فارمولے ٹائپ کہانی کا قائل نہیں۔ وہ ان سے کسی چیز کی پابندی ضروری نہیں سمجھتا اور نہ کسی طرح کی نظریاتی وابستگی یا مقصدیت سے وابستہ ہے وہ تو زندگی کی ہمہ پہلو عکاسی کرنا چاہتا ہے۔ اس کے نزدیک فرد کی اہمیت اس کی بے بسی اس کی بے معرفیت زیادہ اہم ہے۔ اس کے یہاں آج کے تڑے مڑے کردار پر زیادہ زور ملتا ہے۔ بجائے اس کے کہ وہ ٹائپ کردار پیش کرے اس کے یہاں نہ تو پلاٹ میں کوئی رابطہ ہوتا ہے اور نہ وہ کڑیاں ہی مسلسل ہوتی ہیں۔ اس لیے کہ وہ افسانوں میں پیدائش بچپن، جوانی اور

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

بڑھاپے کے زمانی تسلسل کو ضروری نہیں سمجھتا اور اس سے زیادہ یہ کہ ان چند کرب انگیز لمحات کی کھونٹی سے ٹنگے ہوئے آج کے آدمی کا واقعی نقشہ ذہنوں میں کھینچتا ہے"۔ (۶)

تقسیم ہند کے خونین ہنگاموں سے جہاں مہلک تباہ کاریاں ہیں وہیں انسانیت کے اعتبار کو بھی ٹھیس پہنچائیں۔ نیز صنعتی ترقی اور مشینی دور کی آسائشی زندگی نے فرد کو اس کی ذات کے خول میں سمٹنے پر مجبور کر دیا تھا یوں فرد جنسی، معاشی اور سماجی طور پر خود کو بے بس گردانتے ہوئے تنہائی اور تشکیک کا شکار ہو گیا تھا اس کا ادب پر براہِ راست اثر انداز ہو کر وجودیت اور ذات کے کھو جانے کا رویہ بڑھ رہا تھا۔ مذہبی، سماجی اور اخلاقی اقدار کی شکست و ریخت نے اجتماعیت پسندی کے رویے کو رد کر کے ایک نیا طرزِ احساس ابھرا جس نے ادب خصوصاً شاعری اور تخصیص سے نئی نظم کو ایک نیا طرز احساس، ابہام، علامتی انداز، نئی لسانی اختراعات نئی تراکیب اور نیا اسلوب عطا کی۔

اسی طرح سن پچاس عیسوی تک جو ادبی رویہ ناقابلِ اعتنا تھا۔ ساٹھ ستر تک آتے آتے اس نے زور پکڑ لیا۔ ترقی پسندوں اور سکہ بند اصولوں کے حامیوں نے ان کا راستہ روکنا چاہا مگر ان کی مخالفت ہی اس رویے کی پسندیدہ ہونے کا سبب بن گئی۔۔۔ اسی طرح نیا طرزِ احساس، نیا لب ولہجہ، ابہام اور دُھری علامتوں کا استعمال اور نئے زمانے کی تراکیب اور نئے الفاظ کثرت سے نظموں اور غزلوں میں پائے جانے لگے۔ (۷)

ایک اور واضح رجحان جو مغربی اور فرانسیسی ادب کے حوالے سے ہمارے یہاں عام ہو رہا تھا وہ ادب میں نفسیاتی رجحانات کی شمولیت تھی جس کی بدولت نت نئی تکنیکیں ادبی اثرات میں شامل ہوئیں۔ شعور کی رو، خود کلامی، اور آزاد تلازمہ خیال شامل ہیں۔ نئی نظم کی دیکھا دیکھی افسانے میں بھی اسی تکنیک کا استعمال کامیابی سے کیا گیا اور اس میں آزاد تلازمہ خیال کی تکنیک جسے Association of Though کا نام دیا جاتا ہے مغربی ادب کی بدولت ہمارے ادب کا حصہ بنی۔ اس تکنیک کے طریقہ کار کے مطابق وقت کو ماضی، حال اور مستقبل کے تجربات کے طور پر بیان کیا گیا۔ بسا اوقات کردار حال کی زندگی میں ماضی اور ماضی میں رہتے ہوئے مستقبل کے خواب بُنتے ہیں گویا ماضی سے مستقبل کی تصویر کشی کرتے ہیں اس طرح ہمارے افسانوی ادب میں بھی یہ تکنیک استعمال ہوئی ہے اور اس کے ذریعے کردار حال میں رہتے ہوئے ماضی اور مستقبل میں جھانکتے ہیں اور بسا اوقات ایک خواب کی سی کیفیت میں مبتلا ہو کر اپنی نا آسودہ خواہشات کی تکمیل کی صورت دیکھتے ہیں۔ اگرچہ یہ تکنیک مغربی روش کے چلن سے پہلے داستانوں میں بھی استعمال ہوتی رہی ہے لیکن جدید انداز میں زمان کی حدود کو توڑ کر محدود سے لامحدود تک سبھی فاصلے طے کیے گئے ہیں۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

۶۰ء کی دہائی میں نمایاں طور پر استعمال کی جانے والی تکنیک علامت کے طور پر سامنے آتی ہے۔ یہاں علامتیں لغوی یا منطقی طور پر استعمال نہیں ہوتی بلکہ ان کے ساتھ بہت سے زاویے سامنے آتے ہیں۔ گویا علامت روشنی کا ایک ایسے جھماکا ہے جس سے کئی معنوی امکانات ابھرتے ہیں۔ فوری طور پر ہم اپنے تجربے اور احساس کی وجہ سے کچھ معنی اخذ کر لیتے ہیں ار باقی مفاہیم تحت الشعور میں ابھرتے مٹتے رہتے ہیں۔ لیکن اگر ان میں مناسب ربط ہو تو اس نظام کو سمجھنا سہل ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات مصنف یا شاعر اپنی علامتوں کو تہ داری پیدا کر کے پیچیدہ تر بنا دیتا ہے۔ یوں یہ علامتی ہیئت ایک تکنیک میں ڈھل جاتیہے۔ خواہ وہ مکالمہ ہو بیانیہ یا کوئی ذہنی کیفیت کا اظہار ہو بسا اوقات چھوٹے چھوٹے جملوں پر اختصار اور لفظی کفایت شعاری کے استعمال سے ایک دُھندلی سی لکیر کھینچی جاتی ہے۔ جس سے پڑھنے والا ایک نئے لُطف اور ذائقے سے آشنا ہوتا ہے۔

سیدھے سادے روایتی افسانے کے مقابلے میں علامتی افسانہ غیر مرئی اور سیال کی مانند ہوتا ہے۔ ان میں زماں و مکاں کے واقعیاتی احساس کے بجائے تجریدی سطح اختیار کی جاتی ہے۔ علامتیں وسیع استعاروں کی شکل میں ڈھل کر شعوری اور نیم شعوری معنی ابھارتی ہیں۔ بعض علامتیں حسی شکل رکھتی ہیں لیکن سے صرف ماحول سازی کا کام لیا جاتا ہے اور اس کے یے خاص لُغوی اور اُسلوبیاتی ڈھنگ اختیار کیا جاتا ہے۔ تجریدی افسانہ اصل میں خارج سے داخل کے سفسر کا نام ہے جس سے انسانی ذہنی مسائل اس کے کرب ذات اور کامیابی کی تلاش کی کوشش ہے۔ یعنی خواہ علامتی افسانہ ہو یا نظم یا تجریدیت کا کوئی فن پارہ لُغوی طور پر تو صرف ایک معنی ابھرتا ہے لیکن انھیں سمجھنے کے لیے قاری کی ذہنی استعداد کار بھی ضروری ہے۔

اگرچہ لوک اوہام کی تکنیکی بھی علامتوں کی شکل میں نظر آتی ہے جِسے جدید عصر کی ناکامیوں اور فرسٹریشن کے اظہار کے لیے ایک نئے تناظر میں استعمال کیا جاتا ہے عہد قدیم کیاساطیری علامتیں اور دیو مالائی قصوں کے امتزاج سے ایک نئے طرز احساس کو ابھارا جاتا ہے۔ علامتی تکنیک کے بارے میں یہ تصور بھی عام ہے کہ یہ لاشعوری عمل ہے لیکن بسا اوقات ایسی علامتیں استعمال کی جاتی ہیں جو زوال پذیر معاشروں میں فرد کی اخلاقی اور روحانی علائق کی بازیافت کا باعث بنتی ہیں۔ جدید ترین تکنیک اور وسیع معنویت کی حامل علامتیں بسا اوقات اتنی گہری ہوتی ہیں کہ ایک اجتماعی شعور کے کرب کی ترجمان بن جاتی ہیں۔ جدید اردو افسانے میں کہانی کی جگہ واحد متکلم کو اہمیت دی گئی۔ اور بسا اوقات اس کے ذریعے واقعات کی کڑیوں کو جوڑا گیا، بسا اوقات واحد متکل تمام کہانی جو کہیں سے سُنی یا دیکھی بیان کرتا ہے اور بسا اوقات "واحد غائب" اور "واحد متکلم" الگ الگ کہانیکو آگے بڑھاتے ہیں اور

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

کبھی کبھی ذات کی کھوج اور عرفان کی تلاش میں رہتے ہیں۔ یوں کہانی جگ بیتی کے بجائے آپ بیتی میں ڈھل جاتی ہے۔ جدید افسانے میں واحد متکلم اہم ہے اور اس سے اردو افسانے کی کہانی کی شکل و صورت میں تبدیلی آتی ہے۔ چنانچہ جب واحد متکلم نے براہِ راست خود کو افسانے میں پیش کیا یا واحد غائب کے ذریعے سے ایسا کیا تو اس کا سارا اندرونی خلفشار جو ایک آزاد تلازمہ خیال سے عبارت تھا، کہانی پر اثر انداز ہوتا چلا گیا ہے۔ یہاں یہ پہلو بھی قابلِ غور ہے کہ جب بیسویں صدی کے چھٹی دہائی کے افسانہ نگاروں نے افسانے لکھنے شروع کیے تو ان کے باطنی انتشار اور شکست و ریخت نے اچانک کہانی کی کڑیوں کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا اور واقعات اور سانحات کے رگ و پے میں موجود محسوسات، کیفیات اور تخیلات زیادہ اہمیت اختیار کر گئے۔

تجریدی افسانے کے برعکس علامتی افسانے نے کہانی، کرداروں، یا واحد متکلم کے ذریعے ایک نئی جہت پیدا کی۔ ۲۰ کی دہائی میں نئی نظم کی تحریک کے اثرات کے جائزے کے ضمن میں ہم دیکھتے ہیں کہ تجریدی افسانہ اس کی ایک مثال ہے۔ تجریدی افسانے میں پلات اور کرداروں سے انتشار کو ابھارتے ہیں۔ اس تکنیک میں جدید نفسیات کو برتا جاتا ہے۔ تلازمہ خیالات اور شعور کی رو سے تجریدی افسانے کو ڈھالا جاتا ہے۔ یوں زمانی قید و بند ختم ہو جاتی ہے۔

یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ تجریدی افسانہ، مصوری اور آزاد نظم سے ملتا جلتا ہے۔ پابند نظم اور پابند افسانے کے برعکس تجریدی افسانہ فارم کی قیود سے ماورا ہے۔ نظم میں انفرادی مصرعوں کو مہارت سے استعمال کیا جاتا ہے اور تجریدی افسانے میں اُسلوب سے چاشنی پیدا کی جاتی ہے۔

جس طرح کسی فلم میں نہ واقعات ترتیب سے ہوتے ہیں اور نہ وحدت زماں کی پابندی ہوتی ہے پھر بھی تاثر ابھرتا ہے اسی طرح تجریدی افسانہ قارئین پر بنا کسی کڑی ترتیب کے اثرات چھوڑتا ہے۔ تجریدیت کی یہ تکنیک سرئیلزم کی تحریک کی صورت میں سامنے آتی ہے۔ بسا اوقات تجریدی افسانے میں ماضی، حال اور مستقبل کی منتشر تصویریں نظر آتی ہیں۔

اسلوب کے ضمن میں نئی نظم کی تحریک کے جدید افسانے پر اثرات کا جائزہ لیتے ہوئے پہلے ہم یہ سمجھنے کی کوشش کریں گے کہ اسلوب ہے کی؟ اسلوب دراصل ادب کا حصہ ہے اور ادب ہی سے تخلیق پاتا ہے اور یہ ابلاغ سے ہٹ کر اظہار کا طریقہ ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسلوب کے لفظی معنی طریقہ اور ڈھنگ کے ہیں جب کہ اس کے لیے اسٹائل کا لفظ بھی استعمال کیا جا رہا ہے۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

غلام جیلانی اصغر کی رائے ہے:

"جس طرح ماں باپ کا ناک نقشہ بچے تک منتقل ہوتا ہے، اس طرح ادیب کا جبلی انداز فکر، اس کا تخیل، اس استدلال، اس کے اسلوب میں منتقل ہو جاتا ہے۔"(۸)

نئی نظم کے لیے جو اسلوب استعمال کیا گیا اُس پر چند لفظ جوڑ کر کی جانے والی شاعری کی تہمت بھی لگائی گئی اور بعض نقادوں نے اسے منحرف ذہنوں کے لفظوں کی توڑ پھوڑ کا مسلک قرار دیا۔ لیکن اگر اردو شاعری کی روایت پر نظر ڈالیں تو ہمیں علامتی اور اشاراتی انداز ہمیشہ سے استعمال ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ فیضؔ اور احمد ندیم قاسمیؔ تک کی شاعری علامتی اشاراتی انداز لیے ہوئے ہے لیکن شاعری میں میراجی اور راشد نے شعور کے اظہار کے لیے نیا علامتی انداز اختیار کیا۔ جب کہ ظفر اقبال، منیر نیازی، افتخار الب، احمد ہمیش، عباس اطہر، شہزاد احمد، وزیر آغا، شکیب جلالی نے نیا پن پیدا کرتے ہوئے نئے طرز احساس اور نئے ڈکشن کا استعمال کیا۔

نئی نظم کے اسلوبیاتی اثرات کے ضمن میں سب سے قابل ذکر جملوں اور فقروں کی ٹوٹ پھوٹ، بے ترتیبی، وقفہ، سکتہ اور خط کے استعمال کے ذریعے کردار کی ذہنی اور نفسیاتی یا نفسی کیفیت کا اظہار ہے۔ اسی طرح نظم کے انداز پر نثر نے جنم لیا اور مزید یہ کہ افسانوی اسلوب میں شعری عناصر کی موجودگی سے بسا اوقات نظم اور نثر کا فرق گھل مل سا جاتا ہے اور یہ فرق کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ افسانہ کہاں ختم ہوا اور کہاں سے نظم شروع ہو گی۔ بلراج کومل اس بارے میں لکھتے ہیں کہ نئے افسانے کا زبان کے سلسلے میں رویہ بنیادی طور پر شاعری کا روپ الفاظ کو غیر لغوی، غیر منطقی اور غیر بیانیہ انداز میں استعمال کرنے کا رویہ ہے۔(۹)

۶۰ء کی دہائی میں نئی نظم کی تحریک جدید اُردو کے زیرِ اثر افسانے کی بنیاد واقعے کے بجائے خیال پر رکھی جانے لگی۔ خیال جسے شاعری میں بنیادی اہمیت حاصل ہے اس میں تشبیہ، استعارے اور رمزیت سے شاعرانہ رچاؤ پیدا کیا جاتا ہے۔ جدید اُردو افسانے کا حصہ بن چکا ہے۔ نظم چونکہ ایک مختصر خیال کی ترجمان ہوتی ہے اسی طرح جدید افسانے میں بھی ماضی کی طوالت پذیری اور جزئیات نگاری کے بجائے اختصار اور بسا اوقات مبہم اور دھورے خیال کی ترجمانی کا رجحان رہا ہے۔ یعنی بغیر کسی پلاٹ کے افسانہ اچانک خیال کی طرح پھوٹتا ہے اور خیال میں ہی سفر کاٹتا ہوا ماضی، حال اور مستقبل کی تصویر پیش کرتا ہے۔ شاعری میں خواب آگیں تصورات کا استعمال عام رجحان ہے۔ نظم نگار ایک خواب سی کیفیت میں اپنے اظہار کو ڈھالتا ہے۔ یہی رجحان جدید اُردو افسانے میں بھی دُھدلی اشیاء کے سایوں میں ڈھلتے اور بسا اوقات تجسیمی روپ اختیار کرتے نظر آتا ہے۔ یہ خوف، اجنبیت، ویرانی، احساس کرب جیسے

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

وجودی عناصر ہیں جو ساٹھ کی دہائی کے دیگر افسانہ نگاروں کے یہاں بھی نظر آتے ہیں۔ ذات کی تلاش، شخصیت کا ٹکڑوں میں بٹ جانا، چہرے کا ناقابل شناخت ہو کر شکستگی کا اظہار بن جانا گویا اسلوبیاتی تجربات ہیں۔ نامحسوس سے محسوس کو مجسم کر دینے کی کیفیت کا اظہار ہے۔ بعض افسانہ نگاروں کے اسلوبِ بیان میں شاعرانہ وسائل اور امیجری سے یوں کام لیا ہے کہ بسا اوقات نثر اور نظم کا درمیانی فاصلہ مٹ گیا ہے۔ یوں افسانہ شعریریت سے معمور ہو کر تشبیہ استعارہ اور علامتوں کے استعمال سے حسن و لطافت کا شاہکار ہو گیا ہے۔

اگر جدید اُردو افسانے کے اسلوب پر ایک طائرانہ نظر ڈالی جائے تو ہم یہ دیکھتے ہیں کہ زندگی کی وسیع اور مکمل تصوری پیش کرنے کے لیے جو اسلوب استعمال کیا گیا ہے اور جو لسانی چناو ہے وہ بہت طاقتو اور توانا ہے۔ کیونکہ اس اسلوب سے جہاں کرداوں کو زندگی ملتی ہے وہیں لسانی طور پر نئے ذخیرہ الفاظ کا ایک خزانہ ملتا ہے۔ ڈاکٹر اعجاز راہی جدید افسانے میں استعمال ہونے والے اُسلوب کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "نئے اُردو افسانے نے زندگی کو وسیع تناظر میں دیکھنے کی روایت قائم کی اور اس کے لیے اس نے نہایت توانا نامیاتی اسلوب اور ڈکشن کو استعمال کیا جس میں نئے موضوع و کردار کو زندہ پیکروں میں مجسم کرنے والی پوری صلاحیت اور اس کے اندر غیر مرئی قوت کا ایک بے پایاں استدلال اور وسعت موجود تھی۔ چنانچہ معنیاتی و انسلاکات و استدراک کے لیے استعاراتی، علامتی، تمثیلی اور پیکری تہہ در تہہ محاکات کا تخلیقی محاکمہ نئے افسانے کے اسلوب اور بُنت کا حصہ بنا۔ معمول کی لفظیات کے استعمال کے انکار سے نئے افسانے کی نئی لفظیات نے لسانی تشکیلات کی ایک عملی شکل واضح کی اور ادبد کو لفظیات کا ایک نیا ذخیرہ مہیا کیا۔ یہ سارے عناصر مل کر نئے افسانے کو اظہار کے لیے ایک وسیع کینوس مہیا کرتے ہیں۔ (۱۰)

نئے افسانے کی علامتیت، رمزیت، پیکریت کا وظیفہ درون بینی موجود انسان کے نفسی محرکات میں بڑا مدد گار ثابت ہوا ہے۔ بنیادی طور پر پورے عصری افسانے کو عصری اُسلوب کے نام سے پکارا جا سکتا ہے۔ علامت نگاری قاری کے اندر اپنی تحریر کی غنائیت اور کثیر المعانی زاویوں کے سبب ایک ایسی کیفیت پیدا کرت دیتی ہے جو عصر کا مطلب سمجھنے میں مدد دیتی ہے یوں کہا جا سکتا ہے کہ علامت نگاری سے افسانے نے پہلی بار اسصل ہیئت اپنائی اور اس کی روح اور نفسی ابھار کو واضح کیا۔ یہ علامت نگار یکی عطا ہی ہے کہ اس نے ظاہری اور باطنی دنیا کے مابین ملاپ کی رواہ تلاش کی۔ دونوں کی دو لخت حیثیت کو نفسیاتی تاروں سے باندھ کر ایک کو دوسرے کے یے تابع اور تابع دار بنایا۔

مادی فطری اور روحانی مظاہر کے مابین رشتوں کی تجدید سے اُردو افسانے کو جدید فلسفیانہ آہنگ دیا ار مادی نقطہ نظر رکھنے والوں کے لیے منطقی معنویت میں ڈھال کر موجود اور غیر موجود، فانی اور غیر فانی، تصور اور حقیقت کے مختلف کناروں کو علامتیت کی رو میں ایک غیر تحلیل شدہ وحدت میں پرو دیا۔

سو اس ساری صورتِ حال نے کہانی کی بُنت اور پلاٹ کے پرانے تصور کو ایک نئے نامیاتی اسلوب میں بدل دیا۔ جو عصر کے قلب کو ماہیت کرتے ہوئے دروبست میں زندگی کے پھیلاؤ اور وژن کی وسعت گری کی نیابت کرتا ہے۔ یہ اسلوب من حیثیت المجموع پورے عصری افسانے پر محیط ہے مگر اس کے آگے بھی کئی اسلوبیاتی لہریں نظر آتی ہیں۔ یہ لہریں مختلف افسانہ نگاروں کی شناخت قائم کرتی ہیں۔

نئی نظم کی تحریک کے ضمن میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ اردو نظم کو روایتی سانچوں سے نکال کر جذباتی آسودگی کا باعث بنانے کے لیے لفظیات، علامت، ابہام، داخلی اور اندرونی ربط سے علامتی اسلوب تو در آیا تھا جس سے اردو نظم پہلے نا آشنا تھی مگر جدیدیت کی شکل میں ۶۰ء کی دہائی میں شامل آنے والے رجحانات، مارکسی نفسیاتی زاویے، جمالیاتی اور ادبی نظریات سے نئے نظم نگاروں نے اجتماعیت کے بجائے انفرادیت اور بطورِ خاص شخصی آزادی پر زور دیا اور فن کو خارجی مقاصد کے اظہار کا ذریعہ بنانے کے بجائے خود مقصود بنا کر نت نئے شعری اور لسانی تجربات کیے۔ اسی دور میں زبان کی تبدیلیوں کی وجہ سے نئی لسانی تشکیلات نے بھی جنم لیا تھا اس سے لفظوں کے تخلیقی اور جمالیاتی استعمال کو ابھارنے کی خاطر نئے موضوعات اور نئے اسالیب کو نظم نگاری میں برتا گیا۔ نئے نظم نگاروں نے اندازِ تحریر کی جدت کے ساتھ ساتھ نئی لفظیات کا بھی برملا استعمال کیا۔

جنس اور شعوری و لاشعوری تجربات کے اظہار کے لیے نئے سماجی تناظر میں زندگی کی معنویت کو اس طرح ابھارا گیا کہ لاشعوری محرکات، علامت کاری، تلازماتی کیفیت، بالیدگی، لفظ و معنی کے ارتباط اس دور کی نظموں کے محاسن ہیں جو کہ ہمیں جدید افسانے میں بھی نظر آتے ہیں۔ افتخار جالب، عباس اطہر، شہزاد احمد، وزیر آغا، شکیب جلالی، صلاح الدین پرویز، بدیع الزمان خاور وغیرہ نے اسی کو اپناتے ہوئے گھٹے ہوئے ماحول سے ہمہ جہت تخلیقات پیش کیں جن میں نئی طرز احساس، نئے لب و لہجے اور علامتوں کے دُھرے اور پیچیدہ استعمال سے اپنی شاعری کو پہلے، شعراء سے منفرد کر کے الگ کر لیا اور یہ وہ شاعری تھی جو روایتی شاعری سے ہٹ کر نئی شاعری کے نام سے سامنے آئی۔ جس طرح نئی نظم کی اسلوبیاتی اور تجرباتی سطح ایک نئے طرز اظہار کی حامل تھی۔ بالکل اسی طرح نیا افسانہ بھی علامتی اور تجریدی انداز اپنے اندر رکھتا ہے۔ لیکن افسانے کی نسبت نظم نے نئے حالات اور نئے طرز احساس کو

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

پہلے قبول اور سی کے زیر اثر افسانوں میں بھی خارجیت سے داخلیت کی راہ اختیار کی گئی اور سیدھے سادے بیانیہ میں علامتوں کی رنگ آمیزی سے شعور لاشعور کے احساسات کی نمائندگی کی گئی۔

> "جدید افسانہ نگاروں نے روایتی اسلوب کی بجائے علامتی و استعاراتی انداز اختیار کیا۔ عدم تکمیلیت، ابہام، اشاریت، ایماء، تجریدیت اور شعریت اس اُسلوب کی نمایاں خوبیاں ہن کر اُبھریں۔ تحریر کے ٹھوس پن کے بجائے سیال کیفیت زیادہ اہم ہوتی۔ اسلوب میں دائرے، لکیریں، قوسین اور نقطے نمایاں ہونے لگے۔ جملوں کو توڑنا، فقروں کو نامکمل چھوڑنا اور وقفہ سکتہ اور خط کا استعمال عام ہو اور لفظوں کو ادلنا بدلنا، شاعرانہ تلازمے بنانا، تمثیل اور پیکر تراشی کرنا اور تشبیہات و استعارات لانا ضروری قرار پایا۔ (۱۱)

لسانی تشکیلات کی تحریک جو ۶۰ کی دہائی میں باقاعدہ طور پر سامنے آئی اس نے نظم کے اسلوب کو بہت متاثر کیا۔ اس تحریک کے حامیوں کے تحت صدیوں سے مروجہ الفاظ اور متعین مفاہیم کے مسلسل استعمال سے یہ الفاظ اپنی روح کو کھو چکے ہیں۔ الفاظ اور بوجھل تراکیب کے استعمال سے تحریر میں وہ بوجھل پن پیدا ہو گیا ہے جس نے تازہ کاری اور ابلاغ میں کمی کر دی ہے۔ لہٰذ نئی نظم میں بھی اسے لسانی تجربات کیے گئے جس سے الفاظ اور نئے ڈکشن کو نئے لسانی اطوار میں استعمال کر کے مروجہ لسانی حرمتوں کو رد کر دیا۔

افتخار جالب نے اپنی کتاب ماخذ کو ایک توانا رجحان کے طور پر پیش کیا۔ اس کے دیباچے میں نئی لسانی تبدیلیوں کے بارے میں لکھا ہے کہ:

> "لسانی حرمتیں ایک اسلوب زیست سے جنم لیتی ہیں اور اسلوب زیست سماجی مفاہمتوں، لسانی تعصبات اور لسانی عادات کو الگ وحدت دیتا ہے چونکہ یہ تمام عناصر ایک بحران کا شکار ہیں اس لیے ان کے پس پردہ اسلوب زیست اور اس کے حوالے سے لسانی حرمتیں اکھڑ چکی ہیں۔ انھیں چیلنج کرنے کے بجائے رد کرنا چاہیے کہ یہ حرمتیں نام نہاد ہیں عملاً ان کی کوئی حیثیت نہیں۔ (۱۲)

لسانی تشکیلات کے رجحانات کا سب سے پہلا اثر نظم پر ہوا اگرچہ جدید غزل نے بھی اس کا اثر قبول کیا لیکن اسلوب اور ڈکشن کی جو تبدیلیاں نظم کے راستے اردو افسانے میں آئیں انھیں کی بدولت وہ جدید افسانہ بنا۔ جیلانی کامران جو نئی نظم کے علمبردار شاعروں میں سے ایک ہیں۔ اُن کے مطابق:

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

"ہم اپنی نظموں میں جو زبان استعمال کرتے ہیں اس کا ایک مخصوص طرز بیانہے۔ یہ طرزِ بیان مختلف ترکیبوں ، محاوروں ، الفاظ کی بندشوں اور دوسری لسانی جزئیات سے پیدا ہوتا ہے۔ جسے ایک لمبے عرصے نے پڑھ پڑھ کر نہ صرف کان جھنجھلا چکے ہیں بلکہ اب تو آنکھیں بھی اور آنکھوں کے ساتھ ہاتھ بھی دیکھ دیکھ کر اور لکھ لکھ کر تھک چکے ہیں۔ (۱۳)

دوسری طرف جدید غزل کی صورت میں ظفر اقبال کی سامنے آنے والی کتاب گلا آفتاب سے نئی لسانی پیکر تراشی کی روایت پڑتی ہے اور کئی نئے لفظوں کے استعمال سے زبان کو ایک نیا اسلوب اور آہنگ ملا ہے۔

لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ ساٹھ کی دہائی میں ابھرنے والی نئی نظم میں سامنے آنے والے اسلوب و تکنیک کے تجربات اور رجحانات جدید اُردو افسانے کا حصہ بنتے نظر آتے ہیں۔ زبان و بیان کا نیا انداز اور موضوعات کے انوکھے پن کے علاوہ خارجیت کے بجائے داخلیت اور محسوسات کے اظہار سے جدید اردو افسانے میں داخلی آہنگ پیدا ہو گیا۔ ۶۰ء کی دہائی میں ابھرنے والی نظم کا ڈکشن اور سلوب بعد ازاں افسانے پر بھی چھاتا نظر آیا جس سے جدید اردو افسانے اور قدیم افسانے کا فرق واضح ہوا۔ نئی نظم کا اسلوب اور تکنیک کے تجربات انتظار حسین کے ہاں ماضی اور تاریخ کے اظہار کی صورت آئے۔ انور سجاد نے شاعرانہ وسائل کو برتا اور نفسیاتی انداز اختیار کرنے کے لیے شاعرانہ علائم و استعارے قائم رکھے۔ خالدہ حسین نے صوفیانہ لگر رکھتے ہوئے بھی رمزیہ انداز اور داخلیت کا اظہار کیا۔ رشید امجد نے نئی تکنیک اور مخصوص اور مخصوص طرزِ اظہار سے نثری اسلوب کو شاعری سے قریب تر کر دیا۔ اسی طرح احمد جاوید نے اپنے عصر کے ساتھ جڑے ہونے کے شعوری احساس کی ترجمانی کے لیے علامتی اور ستعاراتی سطح استعمال کی یہی وجہ ہے کہ جدید اُردو افسانے کی اجمالی جائزے میں یہ بات سامنے آتیہے کہ یہاں واقعے پر خیال کو ترجیح دی گئی ہے جو ایک شاعرانہ روش تھی۔ تشبیہاتی رچاؤ اور استعاراتی رنگ سے موسیقیت کے پیدا کی اور تفصیل نگاری کے بجائے نظم کی طرح اختیار نویسی اور دھورپن استعمال کر کے شاعری کا سارنگ پیدا کیا۔

ڈاکٹر فوزیہ اسلم کے مطابق:

"بالعموم افسانہ کسی تعارف یا تمہید ی پیرائے کو اختیار کیے بغیر اچانک پھوٹتا ہے اور اپنی سوچ کو مرکز مان کر ماضی، حال اور مستقبل میں گردش کرنے لگتا ہے۔ بعض اوقات جدید افسانے میں ایسا اسلوب اختیار کیا جاتا ہے کہ جیسے ہم کوئی خواب دیکھ رہے ہوں، کبھی اشیاء واضح ہو جاتی ہیں، کبھی اچانک دھندلی ہو کر سایوں میں تبدیل ہونے لگتی ہیں۔ بلکہ جدید

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

افسانے میں تو تجسیمی اسلوب کے ذریعے پر اسراریت سے لبریز منظر کشی بھی کی جاتی ہے جو علامتی ابعاد سے مملو ہوتی ہے۔"(۱۴)

افسانے میں اسلوب کی چند مثالیں پیش ہیں جن میں نئی نظم کا سانیا طرز احساس اور اسلوب نمایاں ہے۔

شاخیں شاخوں پر پرندے، پرندوں پر چہچہاتے پرندے
کاغذ پر بنے نقش
شاخیں شاخیں ہیں
پرندے پرندے ہیں
سب کچھ ان جیسا ہے۔ شاخیں شاخوں جیسی، پتے پتوں جیسے، پرندے پرندوں جیسے
چہکار اگر یہ چہکار ہے تو چہکار جیسی
میں خود ہزار سالہ وجود پر انگلیاں پھیرتا ہوں۔(۱۵)

(بے ثمر عذاب۔ رشید امجد)

جانتے ہو اس پیپل کی گڑوی میں کیا ہے؟ گُڑ!
ہوائیں اور بارشیں گڑ کو لڑھکا دیں گی
اور تپش گڑ کو پگھلا دے گی۔ پھر وہ
گلیشیئر سے نیچے نکلے گا، جما رہے گا اور اس میں سے ریشم کا کیڑا پیدا ہو گا اور ریشم کا کیڑا، جو ریشم بُنے گا، بُنتا رہے گا، پھر کسی روز باغی بیٹا اس ریشم کی ڈور کے سہارے نیچے اُترے گا، میں اسے چھپا کر رکھوں گی، اسے لے کر کہیں دور نکل جاؤں گی۔(۱۶)

(مُشکی گھوڑوں والی بگھی کا پھیرا۔ مرزا حامد بیگ)

کون ہے جو کنی دے ۔۔۔ کوئی ہے۔۔۔ آؤ کہ پیچ لڑائیں ۔ ۔۔ کوئی نہیں ؟ کوئی نہیں۔۔۔ یہاں، کون ہو گا؟ ۔۔۔ یہ گھر تو مدت سے بند پڑا تھا۔ ۔۔۔ اس پر تو تالا پڑا تھا۔ اس نے دیکھا اوپر کھلا آسماں ہے اور ستارے۔۔۔ جو دانتوں میں انگلیاں دابے نیچے اتر رہے تھے۔ اس کی آنکھوں کی پتلیوں کی طرف ۔۔۔ اور بارش شروع ہو گئی۔ ستاروں کی ۔۔۔ کہ جو دراصل پتنگیں تھیں۔۔۔ رنگ برنگی لہریے دکھاتی ہوئی خوشنما پتنگیں۔(۱۷)

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

(بیمار کی موت۔ احمد جاوید)

اور جمع ہونے لگیں اس کے اندر آوازیں
اور برسوں کی رُکی ہوئی باتیں
اور مچلنے لگے غصے اور جوش کے جذبات
اور پھٹنے لگا اس کا سینہ
رُکی ہوئی باتوں آوازوں کے شور سے
اور سنایا ہم نے تمھیں ایک دلچسپ قصہ اس شخص کا
جو ایک روز بادل کی طرح گرجے گا اور لرز جائیں گے
وہ سب اس کی آواز سن کر
جس میں برسوں کی رکی چنگھاڑ ہو گی۔ (۱۸)

(رکی ہوئی آوازیں۔ منشایاد)

نئی نظم کی تحریک کے زیرِ اثر افسانے کی جو نئی صورت و شناخت ابھرتی نظر آتی ہے وہ کلاسیکی افسانے سے قطع نظر مختلف ہے۔ جدیدیت کے رجحان نے کلاسیکی افسانے کی بندشوں سے نکل کر پابندیوں کو توڑتے ہوئے اُسلوب و بیان اور مصنف کے تصور حیات کو اس طرح جاندار کرداروں کی صورت میں ڈھالا کہ کہانی میں ایک تسلسل ہلکے گھُل مل کر علامتی سسطح کے اظہار میں ڈھل گیا جس سے روایتی بیانیہ اسلوب میں تبدیلی پیدا ہوئی۔ کہانی پن کا چلن بدلا اور روایتی بیانیہ اسلوب کی جگہ علامتی و استعاراتی انداز ابھرا جس سے نہ صرف تحریر میں لطافت ورچاؤ پیدا ہوا بلکہ افسانے میں پیچیدگی کے بجائے وضاحت اور ابلاغ پیدا ہوا۔ پہلے جو افسانہ ایک سیدھے زاویے پر لکھا گیا بیانیہ تھا وہ نئے اُسلوب کی رنگ آمیزی سے انفرادی تجربوں کا حامل ہو گیا۔ جدید افسانہ نگاروں نے جدیدیت کے زیر اثر نئی نظم کے ضمن میں کے گئے تجربوں کے تحت علامت اور استعاروں کو افسانے میں تجربے کے طور پر برتا۔ اس کی بدولت شعریت کے ساتھ ساتھ تجریدیت، رمز و ایما کے ساتھ ساتھ اشاریت، ابہام اور تمثیلیت اردو افسانے کے اسلوب میں شامل ہوئے جس سے جہاں موسیقیت اور شاعرانہ انداز ابھاوہیں جملوں کو توڑ پھوڑ، خط، سکتہ، وقفہ لفظوں کی ہیر پھیر، تمثیلات اور تشبیہات کا استعمال کیا گیا اس طرح اک نئی ڈکشن کو اسلوب کا حصہ بنایا گیا جو اسے پہلے افسانے کا حصہ نہ تھی۔ افسانہ جو پہلے لگے بندھے اصولوں اور سیدھی سادی لکیروں پر چل رہا تھا اس میں زندگی

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

کی وسیع تر تناظر میں لکھنے اور توانا نامیاتی اُسلوب اختیار کرنے کا رجحان پیدا ہوا جو ایک نئی لسانی تشکیلات کی صورت سامنے آیا۔

تجریدیت جو جدید افسانے کا نمایاں رجحان تھا اس کے تحت شعور کی رو، آزاد تلازمہ خیال، داخلی خود کلامی جیسی تکنیکیں سامنے آئیں۔ کہانی میں پہلی بار مجرد اجسام کو سمویا گیا۔ شعریت جو نئی نظم کی تحریک کی مرہونِ منت تھی اس سے افسانے میں استعارہ سازی، تشبیہ، پیکر تراشی اور تمثال کاری کے نت نئے تجربات ہوئے۔ نئے افسانے کی بُنت میں خیال کو واقعے پر فوقیتی دے کر رنگ آمیزی اور خیال آمیزی سے شعریت کو ابھارا گیا۔ جزئیات کے بیان سے گریز، اختصار اور رمز و ایماء کے استعمال سے جدید افسانہ کہیں کہیں ایسی شکل اختیار کر گیا کہ نظم اور افسانے کی حدوں میں امتیاز کرنا مشکل ہو گیا جدید اردو افسانے کی مجموعی فضا نثری نظم کی صورت میں ڈھل گئی اور افسانے بوجھل اور پیچیدہ ماحول سے نکل کر شاعری کی شکل میں لکھا گیا جہاں نہ صرف اُسلوبیاتی فنی سطح پر بلکہ لفظیات کے معیار پر بھی غیر بیانیہ انداز میں اختیار کیا گیا۔

ڈاکٹر انجم کے مطابق:

> "جدید افسانہ نگاروں نے روایتی بیانیہ اُسلوب کی بجائے علامتی و استعاراتی انداز اختیار کیا۔ عدم تکمیلیت، ابہام، اشاراتی رمز و ایما، تجریدیت اور شعریت اس اسلوب کی نمایاں خوبیاں بن کے ابھریں تحریر سے ٹھوس پن کی بجائے سیال کیفیت زیادہ اہم ہو گئی۔ اُسلوب میں دائرے، لکیریں، قوسیں اور نقطے نمودار ہونے لگے۔"(۱۹)

روایتی افسانہ جو جدید افسانے کے قطع نظر نفسیاتی انسان کے اظہار کی صورت تھی اور جو بے بسی ان افسانوں کے بنیادی کرداروں کا خاصہ تھی اس سے بسا اوقات پر چھائیاں سی ابھرتی تھیں جو کبھی اب ج اور کبھی میں اور تو کے نام سے متعارف ہوتے تھے یوں جب افسانے سے کرداروں کو المیے، اجنبیت، بے نام ہونا اور شناخت کا گم ہو جانا جیسے رویوں میں دکھایا گیا تو وہ صرف انسان کی خارجیت کے اظہار کا ذریعہ نظر آئے یوں افسانہ ایک اکہرے رویے کی عکاس بن گیا جب کہ تبدیلی کے رجحان کے زیر اثر افسانے میں اسلوبیاتی اور تکنیکی تجربات کیے گئے جس سے نہ صرف شعریت بھرے لہجے کا اضافہ ہوا بلکہ سادہ اسلوب کے بیانیے کے اکہرے پن کو ختم کر کے اس کے معنی میں اضافہ کیا۔ علامتیت، تجریدیتی اور شعریت افسانے میں شامل ہوتے نظر آتے ہیں۔ نئی علامتیں نئے امیجز اور کئی بامعنی علامتیں سامنے آئی۔ بسا اوقات افسانوں میں قصہ ایک تار کی طرح پرویا نظر آتا ہے ایک منظر ختم ہوتا نہیں

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

کہ دوسرا شروع ہو جاتا ہے۔ بات کے اندر بات نکلتی محسوس ہوتی ہے۔ مکالماتی ٹکڑوں کے استعمال سے ضبط اور ٹھہراؤ پیدا کیا جاتا ہے۔ یوں بسا اوقات افسانہ ایک تاثراتی بیانیہ کی صورت ڈھل جاتا ہے۔ موضوع خواہ واقعہ ہو یا خیال ہو علامتوں، تلازمات، تشبیہات اور استعارات کے استعمال سے کہانی کی تشکیل ہوتی ہے۔ شاعرانہ وسائل سے شعور کی تہ داری تو ابھارا جاتا ہے۔ اسلوب و تکنیک کے متنوع تجربات سے بسا اوقات تجریدی و علامتی افسانے ایک خیال کو لے کر بے باب کرداروں یا سیغہ واحد، غائب و متکلم سے کردار کا کام لیا جاتا ہے یوں جب نظم و نثر کا امتزاج ہوتا ہے تو نثر پر نظم کا گمان ہوتا ہے بعض دفعہ تو قارئین کے لیے نثر و نظم میں امتزاج کرنا مشکل ہو جاتا ہے شاعرانہ لفظیات کے استعمال ۔ توڑ جوڑ نے جملوں کی ترتیب اور علامتیں اور استعارے یہ سب وہی رنگ ہے جو شاعری کے لیے مخصوص ہے۔

جدیدی اردو افسانے میں نہ تو پلاٹ سازی کی روایت ہے اور نہ ہی ماحول کی تشکیل کا رویہ ہے بلکہ ذہنی اور حسی شعور کو تجسیمی روپ میں ڈھالنے کا طریقہ استعمال کیا گیا ہے جس میں ایسی علامتیں استعمال کی جاتی ہیں جو اس وقت کے عصری شعور اور ماحول کی عکاس ہوں۔ منظر میں سے منظر اور واقعے سے واقعے کا رونما ہونا ہے۔ کردار پرچھائیوں کی صورت سائے کی صورت میں یا کبھی کبھار بالکل معدوم ہیں۔ زمانی مکانی تقسیم بھی حد بندیوں سے ماورا ہے۔ بسا اوقات یہ جبر کے خلاف اُبلتے جذبات کی صورت سامنے آتے ہیں تو کبھی کسی نظریاتی وابستگی کا اظہار ہیں کہیں سامراجی بغاوت تخلیقی عمل کا حصہ ہے۔ میں پہچان کا حوالہ منفرد اسلوب اختیار کر جاتا ہے۔ جہاں اردو افسانے میں روایتی انحراف کو برتا گیا ہے وہاں لسانیات میں بھی انوکھا شعور کہیں کہیں طویل اور مسلسل استعارہ سازی، تشبیہات و علامات، رموز و اوقاف کا آزادانہ استعمال مبہم انسلاکات ایسے لسانی تجربات ہین جن سے اسلوب ے نئے زاویے ابھرتے ہیں۔

ڈاکٹر فوزیہ اسلم کے مطابق:

> "پرانے افسانے کے برعکس نئے افسانے میں افسانوں کیے ادنر چھپے ہوئے انسان کو سامنے لانا اور اُسے اُس کی نفسیاتی، سماجی، تہذیبی پیچیدگیوں سمیت ظاہر (Expose) کرنا ہے۔ انہیں ضرورتوں نے نئے انسان کو نئی تکنیکی و دروبست کا راستہ دکھایا یعنی نئے تکنیکی اور سلوبیاتی رویوں نے نئے تقاضوں اور ضرورتوں کے ساتھ جنم لیا۔ مثلاً شعور کی رو اور آزاد تلازمہ خیال کی تکنیک، حقیقت پسندوں اور غیر ترقی پسند افسانہ نگاروں کے ہاں بھی استعمال

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

ہوئے مگر نئے افسانے جدید تقاضوں کے پیش نظر اس کا زیادہ خوب صورت استعمال نظر آیا۔ پہلے لکھنے والے زیادہ تر مغربی ادب سے آشنا تھے۔ چنانچہ ان کے ہاں تقلیدی اور اکتسابی رویہ کار فرما تھا جب کہ نئے افسانے میں لاشعوری اور تخلیقی رجحان نمایاں ہے۔"(۲۰)

نئی نظم کی تحریک نے جدید اُردو افسانے کو ایک نیا رنگ عطا کیا۔ نئی لسانی تشکیلات اگرچہ بہت عرصے توانا نہ رہی لیکن زبان و بیان، ہیتوں کے تجربات کے لیے نئی راہیں استوار کر گئی اور اگر یہاں یہ کہا جائے کہ افسانے میں اسلوبیاتی تجربات شاعری سے بھی بڑھ چڑھ کر کیے گئے تو یہ بے جان ہو گا۔ اسلوبیاتی تبدیلیوں کے ضمن میں انتظار حسین ایسے افسانہ نگار ہیں جنھوں نے جدید اردو افسانے کی بنیاد رکھی اور اس میں اسلوبیاتی سطح پر تجربات کیے۔ بیسویں صدی سے انحراف کرتے ہوئے داستانی رنگ اختیار کیا اور اپنی طرز کی جدیدیت کی بناڈالی جس کی تتبع میں انور سجاد، رشید امجد، خالدہ حسین، منشایاد اور احمد جاوید جیسے افساہ نگاروں نے تکنیکی اور سلوبیاتی سطح پر تجربات کیے۔ تشبیہ و استعارے، علامت، تمثیل و تجرید اور علامتی پیرائے اظہار سے ایک نئی علامتی زبان اور انداز ضرور تشکیل پایا جسے جدید اردو افسانے پر نئی نظم کے اثرات سے موسوم کیا جائے تو بجا ہو گا۔

حوالہ جات

۱۔ مناظر عاشق ہر گانوی رشید امجد سے ایک انٹرویو، مطبوعہ 'اوراق' اگست ۱۹۹۰ء، ص:۸۵

۲۔ محمد عمر مہاجر، اردو افسانے کا تشکیلی دور، مرتبہ: فریسہ عقیل، شمیم بک ایجنسی کراچی، ۲۰۰۰ء، ص:۲۳

۳۔ ارسطو، بوطیقا ترجمہ: عزیز احمد، دردا کیڈمی لاہور، ۱۹۶۵ء، ص:۱۴۹

۴۔ ممتاز شیریں، معیار، نیا ادارہ لاہور، طبع اوّل، ۱۹۶۳ء، ص:۱۱۲

۵۔ عبارت بریلوی، ڈاکٹر، ناولٹ کی تکنیک مشمولہ عبارت، نقوش کراچی، شمارہ ۲۰، ۱۹ اپریل ۱۹۵۲ء، ص: ۸۴

۶۔ منظر اعظمی، ڈاکٹر، اردو ادب کے ارتقاء میں ادبی تحریکوں اور رجحانوں کا حصہ، اتر پردیش اردو اکادمی لکھنؤ، ۱۹۹۴ء، ص:۵۸۶

۷۔ ایضاً، ص:۵۲۹

۸۔ غلاجیلانی اصغر، سوال یہ ہے۔ اوراق لاہور شمارہ خاص ۴، ۱۹۹۴ء، ص:۴۵۔۴۶

۹۔ بلراج کومل 'ادب کی تلاش'، نصرت پبلشرز لکھنؤ، ۱۹۸۳ء، ص:۸۸

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

۱۰۔ اعجاز راہی، ڈاکٹر، اردو افسانے میں اسلوب کا آہنگ، ریز پبلی، کیشنز راولپنڈی، ۲۰۰۳ء، ص:۴۷

۱۱۔ شفیق انجم، ڈاکٹر، اردو افسانہ، پورب اکیڈمی اسلام آباد، ۲۰۰۴ء، ص۲۴۸

۱۲۔ اعجاز جالب، مآخذ، مکتبہ ادب جدید لاہور، ۱۹۵۹ء، ص:۱۸

۱۳۔ جیلانی کامران، استانزے، مکتبہ ادب جدید لاہور، ۱۹۵۹ء، ص:۲، ۳

۱۴۔ فوزیہ اسلم، ڈاکٹر، اردو افسانے میں اسلوب اور تکنیک کے تجربات، پورب اکیڈمی اسلام آباد، ۲۰۰۰ء، ص:۴۰۶

۱۵۔ رشید امجد، ڈاکٹر، دشت نظر سے آگے، مقبول اکیڈمی راولپنڈی، ۱۹۹۱ء، ص:۴۲

۱۶۔ مرزا حامد بیگ، مشکی گھوڑوں والی بگھی کا پھیرا، مشمولہ جدید اردو افسانے کے رجحانات، از سلیم آغا قزلباش، انجمن ترقی اردو، لاہور، ص: ۳۳۲

۱۷۔ احمد جاوید، غیر علامتی کہانی، خالدین پبلشرز لاہور، ۱۹۸۳ء، ص:۱۰۸

۱۸۔ منشایاد، شہر فسانہ، دوست پبلی کیشنز، اسلام آباد، ۲۰۰۳ء، ص:۸۳

۱۹۔ شفیق انجم، ڈاکٹر، اردو افسانہ، ص:۲۴۸

۲۰۔ فوزیہ اسلم، ڈاکٹر، اردو افسانے میں اسلوب اور تکنیک کے تجربات، ص:۳۸۱